کشمیریت

صدائے حقیقت

ایم۔ ایل۔ کول

کشمیریت

صدائے حقیقت

انتساب

اُن سب کے نام

جنہوں نے زندگی میں صداقت اور حق گوئی کے پیکر رہتے ہوئے انسانیت کو نئی جہت اور نئی روشنی عطا کرنے کے لئے اپنی شہدی دی اور عزت وآبرو بچانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

مکھن۔ لال۔ کول

۴۷/اے پاکٹ اے سکھ دیو وہار نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

لبِ لُباب

"ہر فرد بشر کو خواہی نہ خواہی اس دنیا کے ساتھ کم وبیش ہونا پڑتا ہے۔ اس پر سردی گرمی کا اثر ہوتا ہے۔ اس سے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے اور دیگر ضروریات زندگی سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ بحیثیت انسان کے ہر فرد کو لازمی طور پر سماج میں دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا ضروری ہے۔ اِنکے ساتھ مل جُل کر رہنا واجب ہے"

پندرہ سال سے کشمیر میں عسکریت سے لگے انفرادی و مجموعی طور پر فرقہ وارانہ جسمانی، نفسیاتی اور جذباتی زخموں سے آپسی عناد کا ماحول پیدا ہوا ہے، جسکو دُور کرنا انسان کا فرض اولین ہے۔ یہ عرصہ طلب کام ہے۔ جہاں حکومت کا اقتصادی، سیاسی وسماجی مسائل کا حل کرنا ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر ایک پُرامن تحریکِ عمل جس میں ہر فرقہ کے سماجی، سیاسی و مذہبی اِداروں کے باصلاحیت لوگوں کے ایک جامعہ دستورِ عمل کے تحت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دستورِ عمل ہمارے مشترکہ بُزرگوں کی دیرینہ تر کا فلسفہ کے اصولوں پر مشتمل ہے، جو وقتاً فوقتاً چند وارداتوں کی بنا پر معدوم ہونے کے باوجود بھی صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ یہ مُشترکہ جائیداد اہلِ حال کو وراثت میں ملی ہے اور کم وبیش نُمایاں رہی ہے۔ جسکو آجکل کشمیریت کے نام سے جانا "اس امتزاج علم وعمل کی مثالیں اب بھی گردونواح کے علاقوں اور دیہات میں پائی جاتی ہے" جو ابھی تک مقبول ہے۔ بقول اِنکے "کھانے اور متواتر کھانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا"، البتہ "اگر انسان حقیقت سے ہم آغوش ہو کر من کو کسی اور چیز سے وابستہ نہ رکھے تو شب وروز دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے کے باوجود بہر حال اسکا بھلا ہوگا" عناد دُور کرنے کا یہی طریقہ کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔ اور اس کو پھر سے اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

پران ناتھ جلالی

میری بات☆

کشمیر میری جنم بھومی ہے، میری ماں ہے۔ اسکے ہر ذرہ خاک سے مجھے عشق ہے۔

کشمیر کے حسن، اسکی رعنائی، اسکی مٹی کی خوشبو، اسکے عرفان کتنے لازوال گوشے ہیں جنکو وقت کی بے اعتنائی کے دبیز پردوں نے چھپا لیا ہے۔ میری آواز ہے یہ پردے سرک جائیں اور وہ نقوش پھر سے جستہ جستہ اُبھریں جنکی کسی زمانے میں دھُوم تھی۔ اِن نہاں خانوں میں اترنے کے لئے تلاش و جستجو کی دِل سوزی کی ضرورت ہے ان دفینوں میں چھپے اسرار دیکھنے اور محسوس کرنے کے لئے پُر زور مشقت کا صبر چاہیے تب سناٹے سانس لینے لگتے ہیں اور روشنیاں ازخود جگمگا اُٹھتی ہیں۔ ۹۰۔۱۹۸۹ کے ناکارہ واقعات کے بعد کئی بار کشمیر جانے کا موقع فراہم ہوا۔ عسکری کے ہاتھوں نے کتنی بے دردی سے انسانی عضمت یہاں کی سماجی زندگی کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد جو کچھ مُجھ سے بن پڑا اس مضمون میں درج ہے جو کشمیر کی تہذیبی، ادبی و فکری زندگی اور یہاں کی تاریخ کے بعض زاویوں کو کنگھانے کی کوشش ہے۔ اس میں کوتاہیاں ہوسکتی ہیں میرا یہ سفر یہیں ختم نہیں ہوتا۔ میں اپنا راستہ ٹٹول ٹٹول کر تراشنے کی کوشش برابر کر رہا ہوں۔ کشمیر کی تلاش! جو میری زندگی کا سب سے اِرفع اور مشن ہے۔ کون جانے میں کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا۔

میری تمنا ہے کی میں کشمیر کے عرفاں، اُسکی روشنی، اُسکے صدیوں سے تشکیل ہوتی ہوئی تہذیبی، فکری اور سماجی زندگی کے مختلف پہلو کو وسیع تر حلقے تک پہنچا دوں۔ زیر نظر مضوں بھی اِسی آرزو کا عمل ہے۔

مجھے آپ کے مشوروں اور انکی رہنمائی کا انتظار رہے گا۔

مکھن لال کول

☆ بچپن کے ہمسایا و عزیم دوست مرحوم برج ''پریمی'' کے حوالے

اظہار تشکر

کسی مضمون یا کتاب کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر کے ہو بہو مفہوم ادا کرنا آسان کام نہیں۔ خصوصاً جب کہ مضمون باریک رموز و دقائق کا حامل ہو۔ اور یوگ کے لئے اردو کی تنگ دامانی اور دیگر دُشواریوں کے باعث یہ کام مشکل پیدا کرتا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اگر یہ ترجمہ ادائے مطلب میں قاصر نظر آئے تو کچھ تعجب نہیں۔ امید ہے کہ اسی نقطہ نظر سے ان صفحات کا مطالعہ کیا جائے گا اور قارئی فقط مضمون سے ہی سروکار رکھیں گے۔ میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یہ کام انجام دینے میں مدد دی۔ خصوصاً شری پران ناتھ جلالی فیرڈم فائیٹر و سابقہ بیورو چیف پی۔ ٹی۔ آئی شری نگر نے مجھے یہ کام انجام دینے کی نہ صرف تاکید کی البتہ لبہ لباب قلمبند کر کے نوازہ ہے۔ پروفیسر توقیر احمد خان و شری رویندر روی نے احتیاط کے ساتھ پروف کا مطالعہ کر کے مشوروں سے نوازا۔ میں ان کا اسلئے بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے باوجود مصروفیات کے وقت نکال کر مضمون پڑھے اور ان میں حسب ضرورت تصیح کی۔ جاوید نہال صاحب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے اس کتاب کی نگرانی کی اور اسکی چھپائی کا انتظام کیا۔ آخر میں گُرو دیو سدھ پیٹھ کا بھی احسان مند ہوں جہاں مجھے شِو سوتروں کا مطالعہ کرنے کا موقعہ فراہم ہوا۔

مکھن لال کول

عرضِ ناشر

حال ہی میں گرو دیوسدھ پیٹھ میں شِوسُوتروں (شِومَت کے چند اصولوں) پر ایک گفتگو (Retreat) ہوئی۔ یہ چھوٹی سی کتاب رضا کاروں کو ان اصولوں کی پہچان کرانے کی مدد کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ سوامی مکتا نند کی شِوسوتروں پر کی گئی وضاحت یہاں درج کی گئی ہے جو اُن کی کتاب Nothing exists that is not Shiva سے لی گئی ہے۔ خیمراج کے شومت کے اصولوں کے بیانات کی مختصر نقلیں بھی اس میں شامل ہیں۔ خیمراج کی وضاحت پر جید یو سنگھ کے بیان بھی درج ہیں جو اُن کی کتاب شِوسوتر (yoga of supreme identity) وپرتہ ابگیاں ہردیم اور وگیاں بھیرو سے لئے گئے ہیں۔

مرحوم پروفیسر نندلال کول 'طالب' و پرفیسر جیالال کول کی (لل دید) اور بدری ناتھ پارمو کی (The Ascent of Self) کتابوں میں شیوسوتروں کے حوالے سے واکیوں پر وضاحت کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ جے سی چٹرجی کی Kashmir-Shaivism اور جانکی ناتھ کول 'کمل'، (शिव सुत्र-विमर्श) میں بھی شِوسوتروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پروفیسر نیلکنٹھ گُرٹو کی شری پراترشِکا کے ہندی ترجمہ میں انسان کے اندر ذات حقیقت کو اُجاگر کرنے کے اصولوں کی وضاحت درج ہے۔ ان میں سے بھی مختصر نقول والفاظ کے استعمال پر گردان کی گئی ہے۔

خیمراج کشمیر شیومت کے اعلیٰ پایہ کے مہان گرو ابنوگپت کے مرید تھے جو دسویں صدی کے آخر اور گیارویں صدی کے شروع تک فائز رہے۔ انہوں نے شِوسوتروں کی وضاحت کے فلسفہ شِومت کی کتاب پرتہ ابھگیان ہردیم اور دیگر مشہور کتابیں لکھی ہیں۔

ڈاکٹر جے دیوسنگھ اور جانکی ناتھ کول کمل نے جو دونوں کچھ ہی سال پہلے رحلت کر گئے خیمراج کے ترکا فلسفہ کا سوامی لچھمن جُو کی شاگردی میں مطالعہ کر کے ان کا انگریزی و ہندی زُبان میں ترجمہ کیا ہے اوران میں درج تکنیکی الفاظ پر تبصرہ بھی شامل کیا ہے۔

شِو سوتروں کا ملاحظہ کرنے سے آپ کی زندگی ہمیشہ آشرواد سے بھرپور رہے یہی ہماری دُعا ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ
مکھن لال کول

اننت ناگ کشمیر
۲۰ اگست ۲۰۰۴ء

پیش لفظ

''اگر چہ داخلی عالم کی کھوج کرنے والے دنیا کے صوفی مختلف ممالک میں پیدا ہوئے اور مختلف زبانیں بولتے تھے اور ان سب کا پیدائشی مذہب بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا مگر، زمان و مکان اور مذہب وزبان کا اختلاف رکھتے ہوئے بھی اظہار بیان آپس میں مشابہ ہے اور ان کے مشاہدات ایک جیسے ہیں۔ اس لحاظ سے ماننا پڑتا ہے کہ ان کے نظریوں کی تہہ میں ضرور کوئی حقیقت ہے جو محض توہمات کی الجھن کا نتیجہ نہیں۔اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کے مشاہدوں اور طرز فکر نے انسانی زندگی کو بلاوجہ متاثر نہیں کیا ہے۔''

ایسی بزرگ ہستیوں (۱) میں اُتر گپت ، وراہ گپت، وُسوگپت، کلاٹا، سوم آنندہ اُپتلا آچاریہ رام کنٹھ (آٹھویں صدی میں) ابنوگُپت ، بھاسکر، خیمراج (دسویں وگیارویں صدیوں میں) یوگ راجہ، جے رتھا (بارہویں صدی میں) وغیرہ شامل ہیں۔ چودھویں صدی میں للیشوری (لل دید) اور شیخ نورالدین ودیگر صوفی کشمیر کی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ یہ صدیاں کئی لحاظ سے تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ بیچ بیچ میں اس سلسلہ کا قطع ہونا جیسا لگتا ہے۔لیکن یہ سلسلہ کشمیر میں آگے بڑھتا گیا۔ انیسویں صدی میں اس سلسلے میں سوامی من کاک ایک اونچے سنت (صوفی) ہوئے۔ان کے شاگرد سوامی رام بیسویں صدی کے شروع میں آئے۔ان کی کرامات سے آج تک کشمیر کے لوگ کیا ہندو، کیا مسلمان سب متاثر ہوئے۔ شمش فقیر ۱۸۳۹ سے ۱۹۱۶ تک کشمیر میں فیاض رہے۔ شیخ نورالدین کے بعد انہوں نے ہی لل دید پر کلام لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ لل دید کے واکیوں سے متاثر تھے اور اُنکی قدر کرتے تھے (۲) انکے بعد سوامی مہتاب کاک آئے۔انکا آشرم

اپنے ہی گرو کا بنایا ہوا شری رام تر کا آشرم فتحکدل شرینگر میں رہا۔ ان کے شاگرد سوامی لچھمن جُو نے ایشور آشرم، اشبر، نشاط، سرینگر میں قائم کیا۔ انہوں نے ۱۹۹۱ میں نروان حاصل کیا۔ ان صدیوں میں عام اور روحانیت سے متعلق روایات میں نئے مواد کا بہت کچھ اضافہ ہوا۔ صدیوں سے کشمیر بودھ مت (۳) کا ایک مشہور علمی و عملی مرکز رہ چکا ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب بودھ دھرم کا زور گھٹ گیا اور ہندوستان میں ویدانت کو اقتدار حاصل ہوا تو نویں صدی کے ابتدائی دَور میں یہاں ایک نئے فکر و نظر کا فلسفہ وجود میں آیا جو ترکا یا شیوسدھانت کے نام سے مشہور ہوا۔ شیوسدھانت اور بودھ دھرم کے ساتھ ساتھ پرائی روایتیں بھی جاری رہیں جو بن تھیں پر لوگوں میں مقبول تھیں۔

شِوسوتر

رشی دُرواسہ (۴) شِومت کے تر کا فلسفہ Idealistic monoism کے گیانی تھے اور اس مت کے بانی بھی رہے۔ انہوں نے 'بید'، 'ابید' اور 'بیدا۔ بید'، کے تینوں احساسوں کو پھیلا کر لوگوں کو وجدانی فکر و نظر سے نوازا۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ تنترلوک کے مطابق سومانند نویں صدی میں کشمیر وارد ہوئے، جو دُرواسہ مُنی کے جانشینوں میں ووسوگپتہ کے شاگرد تھے۔ (۵) ایشور کے مہر و ارشاد والے شیوہ مت کے تر کا فلسفہ کو وسعت دینے کی ذمہ داری دُرواسہ مُنی نے اپنے شاگرد بیٹے تریمبکا (۶) کو سونپ دی۔

بید (دوئی) فلسفہ کے ناکارہ اثرات سماج میں پھیل چکے تھے۔ اس وقت یگانیت پر تنتروں و شاستروں کے لکھے جانے کے باوجود بھی شومت کے تینوں احساس لپٹ ہوئے نظر آرہے تھے۔ شِومت بہ ہرصورت یگانی کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ اس کو ایک خصوصی مقام فراہم کرنے کی غرض سے و

دوئی کی روک تھام کے لئے کشمیر شِومت کو ''ترکا'' فلسفہ کا الگ نام دِیا گیا۔(۷) اس وقت کشمیر میں شِومت کا ترکا فلسفہ وسوگُپت پر نازل ہوا (۸)۔ ایسا سمجھا جاتا ہے کی شِومت کو وسعت دینے کی غرض سے وسوگُپت نے مہادیو پربت کے دامن میں جس مشقت سے ریاضت کی اس کے عوض وہ، شِوتروں سے آشکار ہوئے۔ اس کے بارے میں تین الگ الگ رائیں (۹) ہیں۔

(۱) کلاٹا بھٹا ''سپند ورتی'' میں کہتے ہیں کہ ایشور نے واسوگپت کو خواب میں آکر شِو سوتر کا گیان بخشا۔

(۲) بھاسکر ''شِوسوتر وارتِکہ'' میں کہتے ہیں کہ واسوگپت کو کسی سِدھ نے خواب میں یہ گیان دیا۔

(۳) خیمراج نے'' دیمرشنی'' کتاب کے تبصرے میں لکھا ہے کہ ایشور نے واسوگپت کو خواب میں واضح کیا کہ مہادیو پہاڑ کے دامن میں ایک بڑی چٹان پر ان سوتروں کو تراشا گیا ہے اور ان کا مطالعہ کرنے کے لئے ان کو آگاہ کیا گیا۔ نیند سے جاگ کر جب وہ اُس جگہ پر گئے تو چٹان خود بخود پلٹ گئی اور اس کی دوسری طرف شِوسوتر ملے ۔ یہ چٹان آج بھی کشمیر میں سری نگر سے بارہ کلومیٹر دور داچھی گام جنگل (رکھ) میں ایک ندی کے قریب موجود ہے۔ اس کو مقامی لوگ شنکر پل کے نام سے جانتے ہیں بابا مکتا نند ۱۹۸۲ میں نروان پانے سے کچھ عرصہ پہلے اپنے شاگردوں کے ساتھ وہاں گئے اور پوجا پاٹھ کی۔

اوپر دی گئی تین باتوں سے ظاہر ہے کہ شِوسوتر کسی فرد کے بتائے نہیں ہیں بلکہ واسوگپت کو ظاہر ہوئے ہیں ۔ واسوگپت کشمیر میں آٹھویں صدی کے آخر میں یا نوویں صدی کے شروع میں

اونتی ورمن کے راجیہ کے شروع میں فیاض تھے۔

ان بزرگوں نے ''شِو سوتر''، ''سپند سوتر''، ''شیوہ درشٹی''، ''پرا تر شکا''، ''پرتیا ابگیان ہردیم'' کے علاوہ ان پر تبصروں اور توضیحوں کی صُورت میں بے شمار کتابیں (۱۰) لکھی ہیں، جن کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف مستی و سرشاری کے جذبات میں ڈوبا ہے۔ ان میں تصورات و مصروفیت کے رموز و اسرار کا وہ خزانہ موجود ہے جو سنتوں اور صوفیائے کرام کے ریاض و عمل کے حسین امتزاج پر مشتمل ہے۔

ان بُزرگ ہستیوں میں لل دید (۱۱) کا بھی شُمار ہے جو چودھویں صدی کے وسط میں پیدا ہوئیں۔ اس صدی میں کشمیر میں اِسلام کا نُمایاں طور پر ظہور ہوا اور سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا۔ اہل اِسلام کے آنے پر کچھ عرصہ تک سنسکرت بدستوُر سرکاری زبان رہی۔ اور اسکے ساتھ ساتھ فارسی کا بھی چرچا ہونے لگا جسکے نتیجہ میں سنسکرت کی وُقعت کم ہوتی گئی۔ چونکہ فارسی ابھی تک بالکل عام نہیں ہوئی تھی کشمیری زبان اظہار خیالات کا ذریعہ اور رفتہ رفتہ اس زبان کے ادب کا آغاز بن گئی۔ اس ادب کے علمبرداروں کی صفِ اول میں لل دید کا نام سرفہرست (۱.۱۱) نظر آتا ہے۔ انہوں نے دنیاوی مسائل، رمُوز تصوف و عرفان اور فضائے روحانیت میں پرواز کرنے کی اُمنگ کا ایک حسین اظہار پیدا کیا جو ابھی تک مقبول ہے۔

کشمیر میں ترکا فلسفہ کا پھیلاو وسوگپت کے شوِ (۱۲) و سپند سوتروں (۱۳) سے ہوا۔ سپند سوتر پر کلاٹا آچاریہ نے تبصرہ لکھا جس کی وجہ سے وہ سپند شاستر کے گرو مانے جاتے ہیں۔ ترکا فلسفہ پر دوسرا شاستر ''شیوہ درشٹی'' سومانند نے لکھا ہے۔ جس کی مختصر وضاحت کھیمراج نے ''پرتیابھگیان'' میں کی ہے۔ اسی طرح ''شیوہ درشٹی'' کی وضاحت ''ایشور پرتابھگیان'' (۱۴) میں کی گئی ہے۔

کشمیر میں اسلامی روایات قائم ہونے کے بعد اسلامی ادب وتہذیب کا دور دورہ شروع ہوا اس وقت بودھ دھرم اور شیومت کی روایتیں ابھی زندہ تھیں اس طرح مسلمان صوفیوں اور سنتوں کی روایات اور طرزِ عمل میں باہمی رابطہ پیدا ہوا اس کا اثر ان صوفیوں پر پڑا جو یہاں کی سرزمین سے اٹھے جن کو رشی یا بابا کہتے ہیں۔ پہلے بابا داؤد مشکوتی (۱۵) نے اپنی تصنیف 'اسرال البرار' (جس کا نسخہ مقامی گورنمنٹ ریسرچ ڈیپارٹمینٹ میں موجود ہے) اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ اس بات کا ذکر آئین اکبری اور سر والٹر لارنس کی کتاب ''وادی کشمیر'' میں پایا جاتا ہے۔ سر رچارڈ ٹمپل (۱۵) اپنی کتاب لل واکھ میں لکھتے ہیں ''اگر چہ لل ہندو تھی اور شیومت کی مقلد اور اس کا جھکاؤ اور رجحان خاص طور پر اس کے اپنے ہی عقائد کا آئینہ دار تھا پھر بھی اس میں صوفیوں کی تعلیم کا بہت بڑا دخل رہا جو قریب قریب ہندو اپنشدوں کا نظریہ ہے۔''

اس وقت کی مجموعی تحریری (۱۶) بصیرت، جذبات عشق اور خلوص و صدق کو ایسا پیش کرتے ہیں ''جس میں حقیقت کی جھلک نمایاں طور پر بلندی کو چھو لیتی ہے جن میں بلند پایہ سنتوں اور صوفیوں کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک فرد بیک وقت کئی عالموں میں رہتا ہے جن کو مجموعی طور پر دو عالموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک خارجی دنیا ہے جس میں عالم جمادات، نباتات، حیوانات اور تمام قوانین قدرت شامل ہیں جو فرد کے جسم پر اثر انداز ہوتے نظر آئے ہیں۔ دوسری داخلی دنیا ہے جو فرد کے تصورات اور احساسات کی حامل ہے۔ اور جن کی تشکیل اس کے علم، مشاہدات، تجربات، جذبات اور ان تمام راستوں سے ہوتی

ہے جو وہ اپنے ماحول یا دوسرے افراد سماج سے جوڑ دیتا ہے۔'' کئی بزرگ ایسے بھی گذرے ہیں جو تعلقات کی کھوج کرتے کرتے تہہ تک پہنچ گئے ۔اور جو دنیا ہم نے اپنے تعلقات کی بنیاد پر بنائی ہوئی ہے جس کا وجود دراصل ایک لسانی علاماتی دنیا سے زیادہ نہیں ہے اس سے گذر کر حقیقت سے دوچار ہونے کے متمنی ہوتے ہیں۔اس تلاش میں دنیا کی بہت سی قدروں کو ترک کردیتے ہیں ۔''ہم اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ ایک چیز اور اس کی علامات یعنی اس کے نام یا تصور اور کفیت میں بہت فرق ہے کسی چیز کے نام یا تصور اس کی حقیقت کے مترادف نہیں ہیں۔مثلا بھوک کا لفظ بھوک نہیں یا غذا کا تصور غذا نہیں۔اسی طرح لفظ خدا یا اس کا تصور خدا نہیں،لہذا محض خدا خدا کرنے سے اس کی حقیقت پہچانی نہیں جاتی'' کشمیری زُبان میں صوفی کلام کا اعلیٰ نمونا لل دید سے شروع ہوتا (۱۷) ہے۔ لل دید اپنے واکھیوں میں فرماتی ہیں''ہِشوہ ہِشوہ کران شوہ نو توشے''(۱۶) یعنی ہِشوہ ہِشوہ جپنے سے ہِشوہ خوش نہیں ہوتا۔علمبردار کشمیر شیخ نُورالدین نورانی نند ریشی نے جو لل دید کے ہم عصر تھے اپنے شُرکوں میں فرمایا کہ سچا مسلمان وہی ہے جو''کرود، مُوہ، مد چھوڑ دے آگے کشمیری شُرک میں کہتے ہیں:۔

(۱) ''یا نشرن وقتن ویتھاوَنمس
یِی مُوہ پھورم ہتو بَرو
یامتھ گاہ پیوم عالمس
وپچھ تہ خامس میہ کوَت ژولَو'' (۱۷)

(۲) ''نیر گتھ رَوِتہ دِتم
چھس بہ چیونۓ نادسوران
بھگہ کیلاس کھارِتھ نتم
چھہم ژتیں مہربانہ'' (۱۸)

ا۔ یعنیٰ پانچ وقت نماز ادائیگی کے باوجود مجھ پر مُوہ قابض رہا، پورے عالم کو روشن کر کے مجھ خام خیال والے کو نظر انداز کر کے چلے گئے۔

۲۔ میں آپ کا ریاضت گزار ذات خداوندی کے ظاہری جلوہ کا طلب گار ہوں۔آپ جلوہ گر مجھے بظاہر خود کیلاش پہاڑ پر ٹھہرے شِو درش یعنی پورے طور پر مشاہدہ حقیقت سے ہم آغوش کراوٴ۔

انیسویں صدی کی صوفی شاعری کی درِ بنیاد اٹھارویں صدی سے چلی آرہی ہے۔ انیسویں صدی کے شروعات میں ہندو سنتوں کے علاوہ اِس سلسلے میں رحیم صاحب سوپور (۱۷۷۵۔۱۸۵۰)، شاہ قلندر (۱۷۸۳۔۱۸۵۰)، رحمان ڈار (۱۷۷۵۔۱۸۶۵)، نعمہ صاحب (۱۷۷۵۔۱۸۶۵)، وازہ محمود (۱۸۰۷۔۱۹۱۶)، وہاب کھار (۱۸۱۰۔۱۹۱۰)، احمد بٹواری (۱۸۳۸۔۱۹۱۸) اور شمس فقیر (۱۸۳۹۔۱۹۱۶) زیادہ قابل ذِکر ہیں۔ یہ سب شمس فقیر کے ہم عصر نعمہ صاحب وغیرہ کا آپس میں مجلس کرنا ایک دوسرے کے کلام پر جائزہ لینا، مباحصے کرنا وایک دوسرے کو سراہنا برابر چلتا رہا۔ ان سب میں شمس فقیر بہت مقبول رہے اور اُونچا مقام پایا۔انکا کلام اہل کشمیر آج تک پڑھتے سنتے ہیں وہ دوئی سے آزاد من۔ وحدت الوجود اور خودی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے۔ انکا ماننا تھا جب ان کی رحمت سے دروازے کھل جائینگے تو دوئی سے آزاد من ہی وہاں پہنچ جائے گا لکھتے ہیں

تتہ سارسی چھُ اِنکار   یتہٕ دُوگنیار تھوتھم
ون کتیہ تھونم اوگنیار   ہرمُوکھ دُچھو دیدار (۲۰)

ہندو مسلم شاعرانے لل دید کی تعریف میں جو کچھ کہا ہے اس سے بھی یہی معلوم پڑھتا ہے کہ وہ بھی ان ہی جذبات وخیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔اور درحقیقت اپنے اپنے انداز میں ایک ہی قسم کی تعلیم کے پیروکار ہیں۔شمس فقیر لل دید کی نصبت یوں فرماتے (۲۱) ہیں۔

زانہ ونہ زان کر پرانس تہ گیانس — زان ملناوٕ بھگوانس سیت
گرللیہ پکو ٹہ آ کاش پرانس — زان ملناوٕ بھگوانس سیت
ژھلہ گیہ لل مژ ہ شراہ یار شرانس — یلہِ تمہِ کورز گہ تکہ تار ترنس
ویدش کرنیہ گیہ نندہ ریٖش آنس — زِندہ دوپھس آن عرفان
ژھیہ ژھرس رِگندٕن شاہمدانس — زان ملناو بھگوانس سیت

ترجمہ۔ ”لل نے پران اور آکاش (اثیر) کوایک کر دیا اور بظاہر شراہ یار پر نہانے گئی مگر دراصل نہ صرف وہ دریائے جہلم کو پار ہو گئی۔ بلکہ تیز رفتاری سے اُنھوں نے تمام کائنات کو عبُور کیا۔ وہ نندہ ریشی (شیخ نورالدین نورانی) کو اُپدیش دینے گئی۔ رندوں نے اُس اُپدیش کو عین عرفان تسلیم کیا لل نے شاہ ہمدان کے ساتھ آنکھ مچلولی کھیلی“۔

”حقیقت کا جو بھی ہم تصور کرتے ہیں۔وہ ہمارے اپنے ہی تخیل کی پیداوار ہے۔ان خصوصیات نے کشمیر شِومت فلسفہ کو وسعت دی ہے اور ادب عالیہ میں ایک لافانی اور جاودانی مقام حاصل کیا ہے۔“

चितिः स्वतन्त्रा विश्वसिद्धि हेतुः

چِتی۔ سوتنترتا۔ وِشو۔ سدھی۔ ہیتُو (۲۲)

Citi swatantrateh viswa siddhi hetu

چِتی — من، ذات افضل، احساس قوت عالم ہے جس سے کائنات کا وجود ہوتا ہے۔

سوتنترتا — صدق دل، آزاد من، من کی فراغت وفرصت، سومن چت یعنی من خواہشات زمانہ کے تغیر سے آزاد یعنی جب یہ ختم ہو جائیں گی تو پھر انسان گھر کے ماحول میں رہے یا کاروبار میں یا تنہا جنگل میں بات ایک ہی ہے۔ وہ آزاد ہے اس پر خواہشات اثر انداز نہیں ہوتی۔

وِشو — کائنات، عالم، دنیا

سِدھی — وجُود میں آنا

ہیتُو — وجہ، احساس

وضاحت سوامی مُکتانند جی (۲۳)

چِتی ذات بخود ظاہر ہے، موجود ہے، قوت عمل لامحدود ہے، جس کے عمل سے کائنات و ظاہری دنیا کا وجود ہوتا ہے، جلوہ گر رہ کر غائب ہو جاتی ہے۔ یہ اسکی قوت عملی ہے۔ ظاہری دنیا میں ہر چیز اس کے روپ، رنگ ونسل کا وجود بہر صورت قدرت مطلق کا ظہور ہے۔ ظاہری دنیا کی مختلف ہستیاں الگ الگ ومرش ہے یعنی ذات مطلق کا تصور مکمل داخلی عالم ہے جس سے قوت خاص و

ثانوی یعنی باہری جسم کی قوتیں ہیں جس سے کائنات ظہور پذیر ہوتی ہے۔اپنے اندر ہی اندر مَن کی گہرائی میں ایک احساس بنا رہتا ہے جو ہمیشہ شہادت کے طور پر موجود رہتی ہے۔

بقول ولیم جیمز (۲۴)، اپنے اندرونی طرز عمل(Mindset) میں بدلاؤ لانے سے فرد علاماتی دنیا بدل سکتا ہے۔پروفیسر نیلکنٹھ گرٹو (۲۵) ''پراترِشکا'' میں لکھتے ہیں۔''اس کائنات میں جھوٹ کہنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔سارے کائنات کی ہر چیز اپنی طرح ایک عالم ہے جو اپنے میں مخصوص ہے جیسے برگد کے ایک چھوٹے بیج میں ایک بھاری درخت کے سارے جز بصورت دیگر موجود ہیں۔اسی طرح جڑ اور چیتن سے بھرپور یہ ساری کائنات بھی انسان کے دل کی تہہ میں ذات حقیقت ہے۔اس کی پہچان بلا شک وشبہ ذات افضل کی پہچان ہے حقیقت کو پانا ہے۔اپنے من کو اپنی پکڑ میں رکھنا ہی ذات حقیقت ہے۔''

نندلال کول 'طالب' کے تشریحی نوٹ (۲۶)

لل دید پر شومت کے ترکا فلسفہ کا گہرا اثر پایا جاتا ہے جس کی جھلکیاں ان واقعات میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی کتاب لل دید کی تشریح میں پروفیسر کول نے اپنے بیانات میں یوں درج کیا ہے۔

برانتھ یموتر اوٗتے گیٔ کھسِتھ۔	زندہ مرس تہ مئے کرہ کیا؟
مَرکس تے مارن گس؟	مرنچھ، تہ لسہ، نچھ

''جنھوں نے جھوٹی اُمیدیں چھوڑ دیں وہی برتر ہیں۔زندہ ہوتے ہوئے بھی میں مرگئی ہوں اب ہستی میرا کیا بگاڑ دینگی۔مروں، تو اچھا، زندہ رہوں تو، اچھا۔اب وہ ماضی اور مستقبل یعنی

زمانے کی قید سے آزاد ہوئی تھیں۔"

"زندگی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ جب تک انسان کا دل خواہشات اور احساسات پر مائل ہے وہ ماضی اور مستقبل کے چکر میں پھنسا رہتا ہے اور حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ حقیقت جو اِن پابندیوں سے بے نیاز و زمانے کی قید سے آزاد ہے جب تک یہ جلوہ گر نہیں ہوتی انسان تغیر زمانہ کا شکار ہوتا ہے۔ یہ معنی خیز حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت سے آغوش صدق دل انسان کو خدا کو کسی خاص نام سے یاد کرنے کی ضرورت نہیں، اس کو کسی بھی نام سے یاد کیا جاتا ہے خواہ وہ شِو، بدھ، رام، رحیم وشنو یا کچھ اور ہو۔

صدق دل (آزاد) وہ ہے جو مذہب کے قیود سے آزاد ہو چکا ہو اُسکی نظر میں ہندو مسلمان دیگر فرقوں میں کوئی فرق نہیں۔ سب میں ایک جلوہ نظر آتا ہے ان میں کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی پرہیز نہیں۔ انہیں اُونچا مقام حاصل ہوتا ہے جو کام کریں وہ پوجا ہے اور نماز ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے خدا کا نام اور جن پر نظر ڈالیں ان میں فقط جلوہ خدا ہی پاتا ہے۔

"جب اصلیت اور حقیقت کا سورج چمکتا ہے تو فرد، کائنات اور حقیقت ایک ہو کر ایک ہی حقیقت کے مظاہر بن جاتے ہیں۔ ان کے من میں دوئی مٹ جاتی ہے اور اپنے اور پرائے میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ مُحبت و آشتی کا سرچشمہ بنتے ہیں۔ اعتدال پسند اور بہر صورت درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ انسان تخیلات سے یعنی شہود، غصہ، حرص، غرور سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی ذات اصلیت میں مُستغرق رہے تو یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ اور اُس کے لئے ذات حقیقت پہچاننا مشکل نہیں۔"

जाग्रत्स्वप्न सुषुप्तभेदे तुर्याभोगसंभवः

جاگرت۔سوپن۔سُوشپتہ۔ابیدے۔توریا۔بوگا۔سمبھوہ(۲۷)

Jagratsvapnasusuptabhede turya bhoga sambhavah

جاگرت — جاگتے میں احساس ہوش

سوپن — نیند میں خوابوں کے ہوش واحساس

سوشپتہ — گہری نید میں احساس ہوش

ابید — (ان بن بن تین ہوش حواس کی موجودگی کے باوجود)

توریا — اوپر دیئے گئے تینوں احساس وہوش کی موجودگی میں مستعد تماشہ بین کی طرح اندرونی ذات خُداوندی کا احساس مستعدی سے شہادت میں ایک داخلی احساس ہوش یعنی ''توریا'' احساس۔

بوگا — چمتکار یعنی جلوہ حسرت کا احساس دلانا ہے۔

سمبھوہ — پایا جانا

جاگتے میں خواب میں وگہری نیند کے دیگر احساسوں کے ساتھ ساتھ اور ان تینوں الگ الگ احساس ہوش کے رہتے بھی انکے ساتھ ساتھ ان کے اوپر ایک چوتھا احساس ''توریا'' ذات جاری ہے جوخود بخود الگ سے جلوہ گر ہے۔جاگتے رہنے کی صورت میں کیوں کہ حالت انجمادی یعنی قوت خاص وثانوی اندریاں کام کرتی رہتی ہیں نیند کی حالت کا احساس نہیں ہوتا۔اسی طرح انسان کو سوتے میں وجاگتے میں باوجود اختلافات احساس کے اندرونی علم کا احساس ہوتا رہتا ہے۔جس میں

انفرادی پہچان و خودی بھی کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔صرف احساس شواس کام کرتا ہے۔ان تینوں صورتوں میں صرف ذات باطنی کام کرتی رہتی ہے جس کو''توریا'' احساس کہتے ہیں جو ان تینوں میں کسی ایک کے ساتھ نہیں ملتی ہے لیکن بذات خود شہادت میں ہمیشہ مستعدی میں موجود ان تینوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو ان تینوں الگ الگ احساسوں کے ہونے کے باوجود تہہ خانہ دل میں اپنی ذات کو خداوندی کی ابدی مسرت میں گُم پاتا ہے۔ جاگتے ،سوتے و گہری نیند میں مبتلا رہنے کے احساس بطور خود مستقل نہیں، یہ بدلتے ہیں، یعنی عارضی ہیں۔

سوامی مُکتا نند مہاراج کہتے ہیں۔(۲۸)

یہ مختصر اصول قابل ریاض ہے اور اونچا مقام حاصل کئے ہوئے صوفی سنتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔عرصے تک لوگوں کا ماننا ہے کہ سنت یا صوفی جنگلوں میں گپھاوں میں تنہا جگہ حاصل کر کے جس ارادت سے لمبے عرصے تک مشاہدہ حقیقت میں مصروف رہتے ہیں، تپے تپائے سدھ (گیانی) صوفی سنت ایسے ارادت پسندوں کو نا بالغ مان کر کافی مشقت کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اسطرح گُرو کی مہربانی پانے پر ہی ایسے ارادت پسند جاگتے ہیں جو خوابوں میں و گہری نیند یا ''توریا'' کے الگ الگ احساسوں میں کوئی فرق نہیں پاتے، نا ہی کوئی اختلاف۔ان کے لئے یہ سب برابر ہیں۔ دوئی سے آزاد من وحدت الوجود اور اپنی ذات میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ جاگتے ہوئے جاگنے کے احساس کی اندرونی علامات کو ہی مٹانا ایک ریاضت مند کا نصب العین نہیں بلکہ اِن تینوں احساس دیگر میں موجِ مسرت کا خواستگار رہتا ہے۔صوفی سنت ان احساس دیگر کو کم تر نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ان کو عمل میں لانے سے ہچکچاتے غرض یہ کہ وہ ان تینوں میں کوئی فرق نہیں پاتے۔

صوفی وسنت بدلتے ہوئے عارضی حالات پر غور وخوض نہیں کرتا۔ ایسے حالات میں رہنے پر بھی ان سے درکنار ہمیشہ کے لئے دُور جہاں کوئی نہ پہنچے ذات خود سے الگ رہ کر بھی مستعد رہتے ہیں۔(اندریوں) قوت سامعہ کا سامنا ہونے پر جاگتے میں دُور سے دیکھتے ہوئے بھی جاگتے رہنے کی حالت ہوش وحواس سے دور رہتا ہے۔ اس طرح قوت سامعہ کی سنگت میں بھی دوئی سے بن ہے اور کنارہ کش ہونے پر بھی، ایک مستعد اشارہ مند بن کر رہتا ہے خوابوں میں رہ کر نیند میں خوابوں کی دنیا کی ایک الگ پہچان بناتا ہے۔ جاگتے رہنے اور خواب دونوں سے الگ گہری نید میں رہ کر ان کے احساس عمل سے دور رہتا ہے۔ اس طرح وہ ایک نئے جلوے کا احساس پاتا ہے۔ ریاض عملی سے وہی تماشہ بین جاگتے ہوئے ہی ''توریا'' اوستھا کی احساس مستی و سرشاری مستقل طور سے اُسے منشائے مقصود کی طرف لے جاتی ہے یہی آتم گیان ہے یہی نور الٰہی بھی۔ وہ جلوہ ''توریا'' میں ایک انوکھا سکون پاتا ہے۔''توریا'' علم وعمل نوازے جانے پر مستی چھا جاتی ہے اس طرح جو ریاضت مند جاگتے میں دنیاوی عیش وعشرت کو تہہ خانہ دل کے اتار چڑھاؤ میں بھی محسوس کرتا ہے، مساوی مسرت میں جم جاتا ہے ان تینوں صورتوں میں جاگتے ہیں۔ خوابوں میں و گہری نیند میں ایک دوسرے سے ہم آغوش رہنے پر من کو بالاتر رکھے، ایک دوسرے سے صاف ستھرے میں طلوع یا غروب ہوئے بنا رہنے پر اس پر ایک لمبے عرصہ کے لئے قائل اصلیت اور سکونِ دل چھا جاتا ہے۔

ایسا عہد و ریاض احساس کی تینوں دیگر صورتوں میں مساوی طور پر ہمیشہ ہوئے، انسان ''توریا'' سکھ پاتا ہے۔ اس طرح انفرادی ریاض سے پائے سکون سے دنیاوی کاروبار میں پورا مستعد رہنے پر انسان جذبہ ومسرت سے بھرا رہتا ہے۔ ہر حالت میں مساوات سے پنپتا ہوا سکون ہی توریا احساس ہے۔

وضاحت۔ کھیمراج کی زبانی (۲۸)

جاگرت۔ خواب و گہری نیند میں امتیازی احساس کو مدِ نظر رکھنے کے باوجود بھی ''توریا'' احساس برقرار رہتا ہے۔ جو علم مسرت ہے جو ہر ہمیشہ اختلاف احساس کے باوجود مشاہدہ حقیقت کی جھلک میں محو ہے۔ درحقیقت بس یہی اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔

صفائی ۔ یہ تین مختلف احساس کائنات کے باہری مظاہروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب تک فرد کا دل خواہشات اور احساسات کا حامل ہے وہ ماضی اور مستقبل کے چکر میں پھنستا رہتا ہے اور حقیقت کو نہیں پہچانتا ہے جو ان پابندیوں سے بے نیاز اور زمانے کی قید سے آزاد ہے۔ جب تک یہ جلوہ گر نہیں ہوتا انسان قید زماں کا شکار رہتا ہے اس معنی خیز بات کا اشارہ ''توریا'' احساس کی طرف ہے۔

गरुरुपाय

گرُوُرُپایہ (۲۹۔۳۰)

Gururupayah

مرُشد راہ نما ہے

گرو۔ استاد، مرشد۔جس طرح تیر تیز رفتاری سے اپنے نشانہ پر جا لگتا ہے ویسے ہی استاد کا مشورہ وادراک ہی اس کی پہچان ہے۔ایسے مرشد فرد کے تۂ خانہ دل میں چھپے پرمیشور یعنی خُدا تعالیٰ جو مرید کی مرادوں کو پورا کرنے تک پہونچنے کی راہ نمائی سے فیاض کرتا ہے۔

اُپایہ۔ پایہ تکمیل کے قریب آنے کا طریقہ کار و مشق یا راستہ

پرماتما میں مصروفیت پانے کے لئے سِدھ مرشد ہی سب سے بڑا طریقہ کار ہے وہ لاعلمی کے اندھیرے کو مٹا دیتا ہے اندر میں نور علمی سے فیاض کرواتا ہے۔اس طرح مرُید ذات افضل کی رحمت سے تہ خانہ دل کی مرُادوں کو خود بخود پالیتا ہے۔جس سے وہ منزل مقصود کی طرف پرواز کرتا ہے۔

کوئی بھی فرد ظاہری طور پر استاد نہیں بن سکتا اور نا ہی وہ جو علم پانے میں دلچسپی رکھتا ہو، یا خود عالم ہُو، پہنچا ہوا مرشد وہی ہے جس پر خُدا تعالیٰ کی مہربانی ہو جس نے عمل تجربہ کے اصولوں اور خاص و ثانوی اندریوں پر قابو رکھا ہو اس طرح ایک پختہ مقام حاصل ہے جو مرُید کو ذات افضل پانے

میں مددگار بنتا ہے۔

ایک سادھارن استاد بھی منتھر اور اس کے طریقہ عمل سے واقف کرواسکتا ہے لیکن اعلیٰ مقام پایا ہوا مُرشد اپنی نظرِ عنایت سے ہی ذات خُداوندی کی پہچان کے ساتھ اپنے برابر کا مرشد بنانے میں کارگر ثابت ہوتا ہے۔

مرید کے اندر قوت مقتدی (منتھر) کو اُجاگر کروانے والا مرشد اصلاً ذات افضل شِو یعنی خُدا تعالیٰ ہی ہے۔قوت مقتدی (منتھر) ہے جو ذات حق تن تنہا کو جگا کر اسی پر ریاض کرنے سے اصل ذات کا علمی تجربہ ہے۔ایسے ہی مرشد کارگر طریقہ کار ثابت ہوتے ہیں جن کو ڈھونڈنے پر بہ مشکل کامیابی ملتی ہے۔

خیمراح کی وضاحت

مُرشد مُریدوں کو ذات اصلیت کی پہچان سکھاتے ہیں اور منتھر اور مُودر(Posture) کی قوت اصلیت کی تحہ سے پہچان کرواتے ہیں۔مُرید مُرشد کو خُدا کی نعمت سمجھتا ہے۔جو حکمت عملی کی پہچان کرانے کا کارگر طریقہ ہے۔

मग्नः स्वचित्तेन प्रविशेत

مگنہ-سوِچتینہ-پروِشیت (۳۱-۳۲)

Magnah svachittena praviset

مگنہ -- مصروف ہونا۔اپنے کوگُم کرنا

سوِچتینہ - خلوت خانہ دل کی گہرائی میں

پروِشیت - داخل ہونا، پرواز کرنا

توریا کا احساس خودشناسی سے خلوتخانہ دل میں بیک وقت ریاض ومشقت کرنے سے ممکن ہے۔

وعظ خوانی ازسوامی مکتا نند (۳۱)

دماغی مشقت سے ریاضتمند جسمانی قوت کے تینوں احساسوں کو بذات خودقوت داخلی میں مصروف کرتا ہے، گُم کرتا ہے۔ یہی عمل مصروف من کی پہچان ہے۔ مرشد کی عنایت سے عمل داخلی میں اندرونی نسوں پر (سشمناڑی) ریاض خودی کواجاگر کرتی ہے اس طرح ذکر (پرانایام) واس طرح کی دیگر مشقتوں کی ضرورت نہیں۔ داخلی ناڑی میں قوت احساسِ نور بخود محسوس ہوتی ہے یہی اندرونی مصروف مسرت ہے۔

وضاحت کھیمراج کی نسبت جید یوسنگھ کا بیان

ریاضتمند کو چاہیئے کہ وہ باہری ریاضِ کرم یعنی پرانایام وغیرہ کی مشقت چھوڑ دے اورتوریا ہوش واحساس میں گُم ہو جائے۔ سانس کا اندرونی اتار چڑھاؤ جو ہمیشہ سے اپنے تئیں سُشمنا ناڑی میں چالو رہتا ہے مددگار ثابت ہوگا۔ اسی احساس ''توریا'' میں ریاضتمند مصروف رہ کر مسرت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اس طرح اس میں باہری قوتوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور وہ اندر ہی اندر مسرت وسرشاری کے جذبات کی خاموشی میں مصروفِ عمل رہتا ہے۔

سوچھیند میں کہا گیا ہے کہ (۳۳)

فرد کو چاہیئے کہ ظاہری عالم یعنی خارجی وداخلی دنیا کی سبھی قسم کی قوتیں وتصورات اوراحساس جس کی تشکیل اس کے علم تجربات، جذبات اوران تمام رشتوں سے ہوتی ہے جو وہ اپنے ماحول سے دوسرے افراد وسماج سے جوڑ دیتا ہے چھوڑ دے اوراس کا عہد کر کے ذات افضل پر یقین رکھ کر خودی کو بلند کرنے میں قائل ہو جائے۔ اس طرح انفرادی میل ناپاکیزگی لاعلمی سے نجات حاصل کر کے ذات افضل میں گم ہو جائے۔ اس طرح منزل مقصود میں فیاض یافتہ ہونے پر سکون پائے گا۔ وہ ہمیشہ کے لئے جنم یامَرن کے بدلتے احساس کے بندھن سے نجات پائے گا۔ پایہ مقصود تک پہنچنے کے لئے یہ سوتر (یہ اصول) ریاضتمند کو مددگار ثابت ہوسکتا ہے اس سے مرید ''توریا'' احساس میں مصروف ہو کر سکون دل پاتا ہے۔ عالم جمادات ونباتات اور وہ تمام خواہشات جو فرد کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں ان سے بے خبر ہو کر فقط خودی کے ہوش وحواس کے احساس کی مستی میں داخلی عالم میں پرواز کرتا ہے جیسے ایک شیر خوار بچہ ماں کی گود میں چپ چاپ چلا جاتا ہے۔

अभिलाषाद्बहिर्गतिः संवाह्यस्य

ابھِ لاشات- بہر- گتی - سمواہیسیہ (۳۴)

Abhilasat bahirgatih samvahyasya

سمواہیہ سیہ — (خودی کو ٹٹولے بِنا) کرم کا بوجھ ڈھونے والا فرد

ابھِ لاشات — انفرادی خواہشات

بہر — ظاہراتی، دنیاوی دکھاوے کی طرف۔

گتی — پھیل جانا۔ گرفتار رہنا

اپنی اندرونی قوت خداوندی کو عمل میں لائے بغیر انساں خواہشات نفسانی کی تکمیل میں بھٹکتا رہتا ہے اور اپنے کو اُدھورا و غیر محفوظ محسوس کرتا ہے۔

اس طرح فرد جاگتے میں خوابوں میں گہری نیند میں دنیاوی خیالوں میں گرفتار رہتا ہے اس پر غیریت کا پردہ چھا جاتا ہے جو دھیرے دھیرے ایک ٹھوس احساس اختیار کر لیتا ہے اور چُھوٹتا نہیں ۔انساں گہری تکلیف میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جیسے بانس کے درخت ہوا کی تکرار سے اپنے آپ ہی آگ کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ ایسے لوگ جو خودی سے کام نہ کرنے پر باہری خواہشات کو پورا کرنے کی غرض سے بُرے کاموں میں پھنس جاتے ہیں وہ زندگی کے دُکھوں کا بوجھ محسوس کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

خیمراج کی وضاحت

کرم میں اُلجھا ہوا ایک آدمی جو مایا جال یعنی مادی دنیا میں عمل تجربہ کے اصولوں کی قوت خاص و ثانوی سے جُڑے رہنے پر دنیاوی طور طریقوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اس حالت میں خواہشات انفرادی پوری نہ ہونے پر من کی مُراد پوری کرنے کی غرض سے بھٹک جاتا ہے۔ جس کا عالم ظاہری طور طریقوں کی طرح جھک جاتا ہے اندرونی عالم یعنی ذات خداوندی کی طرف رُجحان کم ہوتا ہے۔ فرد لاعلمی سے ظاہری طور طریقہ سے پیدا ہوئی کمزوریاں کام، کرودھ، لوبھ، مُوہ، مد، اہنکار (غصہ حرص شہوت وفکر وفن، نشہ وتکبر) میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اس لاعلمی کی وجہ سے اس کو کافی دکھ اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

तदारूढाप्रमितेस्तत्क्षयाज्जीवसंक्षय:

تد۔آروڑہ۔پرمتے۔تت۔کھیات۔جیو۔سنکھیہ (۳۵)

Tadarudhapramites tatksayaj jivasamksayah

تت — ریاضت گزار کا احساس توریا۔(غیریت کے پردہ کو نفس حیاتی سے فاش فاش کر کے سکون پانا)

آروڑہ پرمتے — توریا فضل الٰہی کی کھوج میں متوالے بننا۔

تت — دنیاوی کاروبار کی خواہشوں کے (جو ایک خواہش سے دوسری خواہش میں شٹل کاک کی مانند بھٹکتا ہے)

کھیات — ختم ہونے پر

جیو — آدمی جو دنیاوی کاروبار میں مبتلا ہے۔

سنکھیہ — توریا کے احساس عمل میں پوری طرح جما ہوا ریاضت گزار اندرونی توازن یعنی شانتی پاتا ہے۔من کا بھٹکنا رک جاتا ہے۔خواہشات دیگر ظاہری طور طریقوں سے نمودار ہونے والی کمزوریوں کو فاش کر اپنی انفرادی حیثیت سے چھٹکارا پاتا ہے۔ جیسے ایک فرد کو خواب میں کچھ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو جاگنے پر نہیں دیکھائی پڑتی ہیں اسی طرح ریاضت گزار روح کی سچائی پر ریاض کرتے ہوئے

کائنات کو کائنات کے روپ میں نہیں دیکھتا ہے۔ اکثر حقیقت کی سچائی کی پہچان پا کر ریاضت گزار کے لئے کائنات ایک خواب بن جاتی ہے۔ وہ اب اس کو ذات افضل کے روپ میں دیکھتا ہے۔

اس سوتر (اصول) میں کہا گیا ہے کہ سچائی کے خواہش مند کو شٹل کاک کی چڑیا کی طرح ایک طرز عمل سے دوسرے میں بھٹکنا پڑتا ہے۔ آلات عمل سے الگ ہو کے وہ توریا (احساس) کا خوگر بنا رہے۔ اس طرح وہ انفرادی قوت تصور سے اُٹھ کر ذات اصلیت میں گُم ہو جائے گا اور انفرادی ذات جز و کل کے امتیاز سے بھی چھٹکارا پاتا ہے۔۔ یعنی دُوئی پن ختم ہو جاتا ہے۔

चित्तस्थितिवच्छरीरकरणबाह्येषु

چت ستھتی۔وت۔شریر۔کرن۔باہیہ شُو (۳۶)

Chittasthitivat sarira karnana bahyesu

چت ستھتی – من کااندرونی احساس،(جس طرح)فرد کے شعور و ادراک کے اندرونی عالم یعنی توریا میں مصروف بخود مسرت سے فیض ہوتا ہے۔

وت – (اُسی) طرح

شریر – (فرد کے جسم میں)جاگتے کا احساس عمل(اور)

کرن – فرد کے جسم میں قوت خاص وثانوی

باہیہ شُو – بیرونی دنیامیں۔ظاہراتی عالم

جس طرح اندرونی عالم جذبات سے متاثر ہوکر فرد کا من سکون پاتا ہے اسی طرح جاگتے ہوئے وخوابوں میں وگہری نیند میں یا ظاہری عالم و داخلی دنیا کے علامات میں بھی فرد کو اندرونی احساس عمل یعنی توریارس کے چمتکار کی مستی وسرشاری کے جذبات میں ڈوب کر اپنا مقام حاصل کرنا چاہئے۔ظاہری عالم میں عالم جمادات،نباتات اور وہ تمام قدرتی قوانین شامل ہیں جو فرد کے جسم پر اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

خیمر راج کی وضاحت

جس طرح ریاضتمند کو توریا احساس کے چمتکار سے من کی اندرونی احساس عمل کی حقیقت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے اسی طرح ظاہری عالم میں جانے پر بھی فرد کو اس حقیقت کی جھلک کو اُن تمام قدرتی قوتوں کو جو فرد کے جسم کو اثر انداز کرتی ہیں اپنے زیر اثر رکھنا چاہیئے۔

وِگیان بھیرو میں کہا ہے

فرد کو سارے کائنات اور اپنے جسم کو ایک انفرادی مستی و سرشاری سمجھ کر بیک وقت ایک احساس ریاض میں لانا چاہیئے۔ یہ احساس مصروف و مسرت یہ ریاض کرم دھیرے دھیرے بیک وقت اندرونی عمل مصروف سے ہٹ کر عالم مستی و سرشاری میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ سوتر (اصول) ایک ایسے ریاض کے طریقہ عمل کی طرف اشارہ ہے جس پر عمل کرنے سے ریاضت مند ظاہری عالم کائنات و جسم کی تمام قوتیں مستی و سرشاری کے ''توریا'' احساس میں مصروف رہ کر سارے عالم میں مستی محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ریاضتگار اونچا مقام پا کر قدرت کی طاقتوں سے فیضیاب ہو کر چمتکاری کے کام کو انجام دیتا ہے۔

प्राणसमाचारे समदर्शनम

پران۔سماچارے۔سم درشنم (۳۸۔۳۷)

Pranasamacare samdarsanam

پران	—	سانس کے اتار چڑھاؤ کی قوت
سم	—	برابر چلنے سے
آ	—	دھیرے دھیرے
چارے	—	باہر کی طرح پھیلتے ہوئے
سم	—	یکسانیت کا
درشنم	—	ظاہر ہونا۔ احساس ہونا

سانس کے اُتار و چڑھاؤ کے ہموار طرز عمل سے ایکسانیت محصوص ہوتی ہے۔

سوامی مکتانند کی وضاحت

انسان کا سانس ہی اس کی زندگی ہے۔ بنا اس کے فرد میں دم و احساس نہیں ہے تمام احساس مند یا غیر احساس مندوں کی زندگی کا دار و مدار سانس ہے۔

جب طرز عمل میں سانس ناہموار ہو جاتا ہے یعنی سانس کے اتار چڑھاؤ کے عمل توازن میں فرق آتا ہے دُوئی کا احساس نظر آتا ہے۔اس طرح مختلف خیالات و تخیل یکے بعد دیگرے نمودار ہوتے ہیں۔دل کا سکون چلا جاتا ہے۔ریاضت گزار من پر قابو رکھنے کے لئے سانس میں توازن لانا

لازمی سمجھتا ہے۔ جو پرانایام (سانس کا عمل طرز) کی مشق کرنے سے لایا جاتا ہے۔

جب تلک سانس میں توازن نہیں من دُوئی پن میں رہتا ہے۔ سکون دل نہیں ملتا۔ مرشد کی ہدایت سے یہ توازن پانے پر ایکتا کا احساس ابھرتا ہے۔ گُرو کرپا سے ریاضت گزار اندرونی قوت محسوس کرتا ہے۔

احساس ہوش وطرز سانس برابر ہو جاتا ہے۔ اندرونی عالم اور باہری جسم میں ذات حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ سب چیزوں میں یکسانیت دکھائی پڑتی ہے۔ الگ الگ جسمانی جز مجموعی طور، پابند مجسم محسوس کرتے ہیں۔ مختلف چیزوں میں برابری و مساوات کے آثار دکھائی پڑتے ہیں۔ ریاضت گزار کو تمام کائنات میں ہر طرح ذات کی حقیقت کا احساس ہوتا ہے۔ تمام ظاہری دنیا کی مختلف ہستیاں وقوت خاص وثانی میں ذات افضل کا ہی ظہور پاتا ہے۔

ایسے ریاضت گزار انفرادی ذات حقیقت اور ذات افضل میں کوئی فرق نہیں پاتے اور ایک دوسرے میں گُم ہو جاتے ہیں اس طرح ان کی نظر میں انفرادی ذات حقیقت ہی بلا لحاظ مذہب وملت سبھی فرقے، دیوی دیوتاؤں پیغمبروں مختلف معیار زندگی وتمام ظاہری عالم کے اظہاروں میں پرواز ہے۔ وہ وجود حقیقی کی ذات کو پہچان لیتا ہے۔ اس سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ انفرادی ذات حقیقت سے کائنات وباہری جسمانی قوت وثانوی اپنا مقام حاصل کر لیتی ہیں۔

اس طرح ذات حقیقت ہی اس کے اندرونی وباہری عالم میں سانس کے طرز عمل و ضبط پر قائم ہے۔

تشریحی حوالہ

١ : جے سی چٹر جی۔ ''کشمیر شوازم'' ۔ ٣٩۔٣٥

٢ : اے۔این در۔ ''مسٹیزم ایکراس کلچرس'' ٧٩

٣ : مارک ڈیزوسکی۔''ڈاکٹرین آف وائبریشن'' ٣۔١

پروفیسر نیل کنٹھ گُرٹو، سپندکارِکا۔٢

۴۔۵ : جے سی چٹر جی۔''کشمیر شوازم'' ۔ ٦

٦ : پروفیسر گُرٹو۔''پراترشکا'' ترجمہ ہندی۔٣

٧ : پروفیسر بی۔این پنڈت''ایشور پرتیابھگیان کارکا''۔اُتپل دیو۔ترجمہ۔٢٣

٨ : جے سی چٹر جی۔''کشمیر شوازم'' ۔٢٩۔٣٠

دیوبرت سین۔ ''پرمارتھ سار''۔ابنوگپتہ ترجمہ زیر اشاعت

٩ : جے دیو سنگھ ''شِوسُوتر'' ۔ ترجمہ۔پیش لفظ ١٦

١٠ : جے سی چٹر جی۔''کشمیر شوازم'' ۔٧

١١ : پروفیسر نندہ لل کول طالب و پروفیسر حیالال کول ''لل دید''، جموں کشمیر اکیڈمی

آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگو یز ز۔٢٩۔٣٠

١١.١ : ڈاکٹر آفاق عزیز ''کلیات شمس فقیر''، ''نندہ ریشی کلچرل سوسائٹی صفہ٢٢

١٢ : جے دیو سنگھ ''شِوسُوتر'' ۔

جانکی ناتھ کول کمل ''شِوسُوتر'' ۔

۱۳ : دیکھیں نمبر۴،
جے دیو سنگھ ''سپند کارکا'' ترجمہ،
پروفیسر نیل کنٹھ گرٹو، ''سپند کارِکا''۔

۱۴ : دیکھیں نمبر۷،

۱۵ : ''اسرارلابرار'' داؤد مُشکواتی دیکھیں نمبر۱، صفحہ ۳۱
ریچارڈ ٹیمپل ٹن، ''ورلڈ اف لِلہ'' کیمبرج یونورسٹی ۱۹۲۴

۱۶ : دیکھیئے نمبر۱ ''لل دید'' ۔ ۳۸۔۳۹

۱۷۔۱۸ : موتی لعل ساقی ''کُلیات شیخ العالم'' جموں کشمیر اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویزز۔۱۴۳۔۱۷۷

۱۹ : ڈاکٹر آفاق عزیز ''کُلیات شمس فقیر''، نندہ ریشی کلچرل سوسائٹی، صفہ ۶۶

۲۰ : ڈاکٹر آفاق عزیز ''کُلیات شمس فقیر''، ''نندہ ریشی کلچرل سوسائٹی، صفہ ۲۱۸

۲۱ : دیکھیں نمبر۲۰، صفحہ ۲۱۹
دیکھیئے نمبر۱ ''لل دید'' ۔ ۳۲

۲۲ : ''پرتیابھگیان ہردیم'' جے دیو سنگھ ترجمہ ۴۶

۲۳ : سوامی مُکتانند ''تھنگ ایگزیسٹس دیٹ اِز ناٹ شِوہ'' ۔ ۵۰

۲۴ : جے دیو سنگھ ''شِوسوتر''

۲۵ : پروفیسر نیلکنٹھ گرٹو ''پراترِشِکاوِرتی''

۲۶ : پروفیسران طالب وکول ''لل دید''

۲۷ : جے دیو سنگھ۔ ''شِوسوتر'' ۔۱۰۷۔۳۶

۲۸ : سوامی مکتانند ''نتھنگ ایگزیسٹس دیٹ اِز ناٹ شِوہ'' ۔ ۱۲

۲۹ : جے دیو سنگھ۔ ''شِوسوتر'' ۲۰۴۔۱۰۲

۳۰ : دیکھیے ۲۹ ۔صفہ ۳۳

۳۱ : جے دیو سنگھ۔ ''شِوسوتر'' ۳۰۲۱۔۱۷۶

۳۲ : دیکھیے ۲۹ ۔ صفحہ ۴۷

۳۳ : زیرِ اشاعت

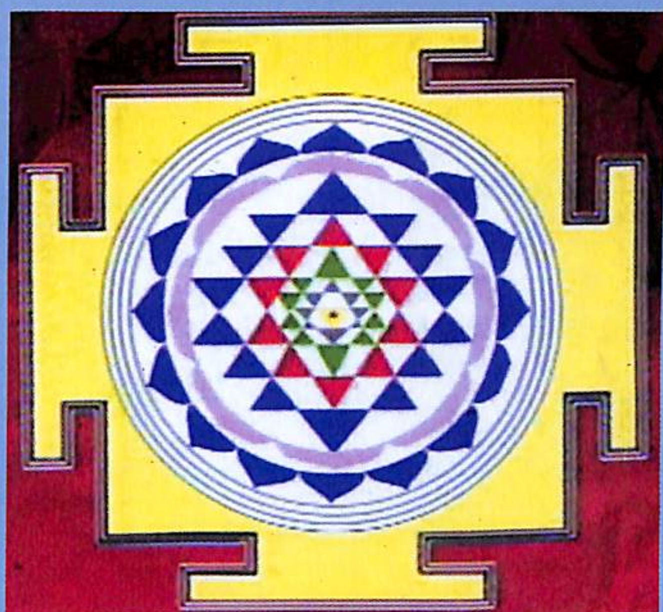
۳۴ : جے دیو سنگھ۔ شوسوتر ۴۰۔۳ ۔۲۱۷

۳۵ : جے دیو سنگھ۔ شوسوتر ۴۱۔۳ ۔۲۱۹

۳۶ : جے دیو سنگھ۔ شوسوتر ۳۹۔۳ ۔۲۱۵

۳۷ : جے دیو سنگھ۔ شوسوتر ۲۲۔۳ ۔۱۷۹

۳۸ : شوسوتر ۲۲۔۳ دیکھیے ۲۹ صفحہ ۴۸



مُدیر و پبلیشر : مکھن لال کول، ۴۷/اے پاکٹ اے سُکھ دیو وِہار نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵

فون: ۰۱۱_۵۵۶۹۶۷۸۳

پرنٹر : سِگما انٹر پرائزز، نئی دہلی ۔

قیمت : ۲۰ روپیہ